أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾

کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟[1] (۲۴)

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہان اور وہ جہان۔[2] (۲۵)

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔[3] (۲۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ
تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾

بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں۔ (۲۷)

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ
لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾

حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم (وگمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔ (۲۸)

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾

تو آپ اس سے منہ موڑ لیں جو ہماری یاد سے منہ موڑے اور جن کا ارادہ بجز زندگانیٔ دنیا کے اور کچھ نہ ہو۔ (۲۹)

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔ آپ کا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہے۔ (۳۰)

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ
اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ برے عمل کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ

---

(۱) یعنی یہ جو چاہتے ہیں کہ ان کے یہ معبود انہیں فائدہ پہنچائیں اور ان کی سفارش کریں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

(۲) یعنی وہی ہو گا' جو وہ چاہے گا' کیونکہ تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں۔

(۳) یعنی فرشتے' جو اللہ کی مقرب ترین مخلوق ہے' ان کو بھی شفاعت کا حق صرف انہی لوگوں کے لیے ملے گا جن کے لیے اللہ پسند کرے گا' جب یہ بات ہے تو پھر یہ پتھر کی مورتیاں کس طرح کسی کی سفارش کر سکیں گی؟ جن سے تم آس لگائے بیٹھے ہو' نیز اللہ تعالیٰ مشرکوں کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کا حق بھی کب دے گا' جب کہ شرک اس کے نزدیک ناقابل معافی ہے؟

الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

عنایت فرمائے۔[1] (۳۱)

ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی[2] سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے۔[3] بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے' وہ تمہیں بخوبی جانتا ہے جبکہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی

---

(۱) یعنی ہدایت اور گمراہی اسی کے ہاتھ میں ہے' وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے' گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے' تاکہ نیکوکار کو اس کی نیکیوں کا صلہ اور بدکار کو اس کی برائیوں کا بدلہ دے ﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ یہ جملہ معترضہ ہے اور لِيَجْزِيَ کا تعلق گزشتہ گفتگو سے ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) كَبَائِرُ، كَبِيرَةٌ کی جمع ہے۔ کبیرہ گناہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ زیادہ اہل علم کے نزدیک ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر جہنم کی وعید ہے' یا جس کے مرتکب کی سخت مذمت قرآن و حدیث میں مذکور ہے اور اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ چھوٹے گناہ پر اصرار و دوام بھی اسے کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے معنی اور ماہیت کی تحقیق میں اختلاف کی طرح' اس کی تعداد میں بھی بہت اختلاف ہے۔ بعض علما نے انہیں کتابوں میں جمع بھی کیا ہے۔ جیسے کتاب الکبائر للذہبی اور الزواجر وغیرہ۔ فَوَاحِشُ، فَاحِشَةٌ کی جمع ہے' بے حیائی پر مبنی کام' جیسے زنا' لواطت وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں' جن گناہوں میں حد ہے' وہ سب فواحش میں داخل ہیں۔ آج کل بے حیائی کے مظاہر چونکہ بہت عام ہو گئے ہیں' اس لیے بے حیائی کو "تہذیب" سمجھ لیا گیا ہے' حتیٰ کہ اب مسلمانوں نے بھی اس "تہذیب بے حیائی" کو اپنا لیا ہے۔ چنانچہ گھروں میں ٹی وی' وی سی آر وغیرہ عام ہیں' عورتوں نے نہ صرف پردے کو خیرباد کہہ دیا ہے' بلکہ بن سنور کر اور حسن و جمال کا مجسم اشتہار بن کر باہر نکلنے کو اپنا شعار اور وطیرہ بنالیا ہے۔ مخلوط تعلیم' مخلوط ادارے' مخلوط مجلسیں اور دیگر بہت سے موقعوں پر مرد و زن کا بے باکانہ اختلاط اور بے محابا گفتگو روز افزوں ہے' دراں حالیکہ یہ سب "فواحش" میں داخل ہیں۔ جن کی بابت یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کی مغفرت ہونی ہے' وہ کبائر و فواحش سے اجتناب کرنے والے ہوں گے نہ کہ ان میں مبتلا۔

(۳) لَمَمٌ کے لغوی معنی ہیں' کم اور چھوٹا ہونا' اسی سے اس کے یہ استعمالات ہیں أَلَمَّ بِالْمَكَانِ (مکان میں تھوڑی دیر ٹھہرا) أَلَمَّ بِالطَّعَامِ (تھوڑا سا کھایا)' اسی طرح کسی چیز کو محض چھو لینا' یا اس کے قریب ہونا' یا کسی کام کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کرنا' اس پر دوام و استمرار نہ کرنا' یا محض دل میں خیال کا گزرنا' یہ سب صورتیں لَمَمٌ کہلاتی ہیں' (فتح القدیر) اس کے اس مفہوم اور استعمال کی رو سے اس کے معنی صغیرہ گناہ کیے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بڑے گناہ کے مبادیات کا ارتکاب' لیکن بڑے گناہ سے اجتناب کرنا' یا کسی گناہ کا ایک دو مرتبہ کرنا پھر ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ دینا' یا کسی گناہ کا محض دل میں خیال کرنا لیکن عملاً اس کے قریب نہ جانا' یہ سارے صغیرہ گناہ ہوں گے' جو اللہ تعالیٰ کبائر سے اجتناب کی برکت سے معاف فرما دے گا۔

ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے[1] پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو،[2] وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔(۳۲)

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾

کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا۔(۳۳)

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾

اور بہت کم دیا اور ہاتھ روک لیا۔[3] (۳۴)

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟[4] (۳۵)

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾

کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے۔(۳۶)

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى ﴿۳۷﴾

اور وفادار ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں تھا۔(۳۷)

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾

کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔(۳۸)

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔[5] (۳۹)

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾

اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی

---

(۱) أَجِنَّةٌ، جَنِينٌ کی جمع ہے جو پیٹ کے بچے کو کہا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ لوگوں کی نظروں سے مستور ہوتا ہے۔

(۲) یعنی جب اس سے تمہاری کوئی کیفیت اور حرکت مخفی نہیں، حتیٰ کہ جب تم ماں کے پیٹ میں تھے، جہاں تمہیں کوئی دیکھنے پر قادر نہیں تھا، وہاں بھی تمہارے تمام احوال سے وہ واقف تھا، تو پھر اپنی پاکیزگی بیان کرنے کی اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کیا ضرورت ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو۔ تاکہ ریاکاری سے تم بچو۔

(۳) یعنی تھوڑا سا دے کر ہاتھ روک لیا۔ یا تھوڑی سی اطاعت کی اور پیچھے ہٹ گیا أَكْدَىٰ کے اصل معنی ہیں کہ زمین کھودتے کھودتے سخت پتھر آجائے اور کھدائی ممکن نہ رہے۔ بالآخر وہ کھدائی چھوڑ دے تو کہتے ہیں أَكْدَىٰ یہیں سے اس کا استعمال اس شخص کے لیے کیا جانے لگا جو کسی کو کچھ دے لیکن پورا نہ دے، کوئی کام شروع کرے لیکن اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچائے۔

(۴) یعنی کیا وہ دیکھ رہا ہے کہ اس نے فی سبیل اللہ خرچ کیا تو اس کا مال ختم ہو جائے گا؟ نہیں، غیب کا یہ علم اس کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ خرچ کرنے سے گریز محض بخل، دنیا کی محبت اور آخرت پر عدم یقین کی وجہ سے کر رہا ہے اور اطاعت الٰہی سے انحراف کی وجوہات بھی یہی ہیں۔

(۵) یعنی جس طرح کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا ذمے دار نہیں ہو گا، اسی طرح اسے آخرت میں اجر بھی انہی چیزوں کا ملے گا، جن میں اس کی اپنی محنت ہو گی۔ (اس جزا کا تعلق آخرت سے ہے، دنیا سے نہیں۔ جیسا کہ بعض سوشلسٹ قسم

جائے گی۔[1] (۴۰)

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾
پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(۴۱)

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾
اور یہ کہ آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔(۴۲)

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾
اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔(۴۳)

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾
اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔(۴۴)

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾
اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے۔(۴۵)

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾
نطفہ سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے۔(۴۶)

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾
اور یہ کہ اسی کے ذمہ دوبارہ پیدا کرنا ہے۔(۴۷)

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾
اور یہ کہ وہی مالدار بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے۔[2] (۴۸)

کے اہل علم اس کا یہ مفہوم باور کرا کے غیر حاضر زمینداری اور کرایہ داری کو ناجائز قرار دیتے ہیں) البتہ اس آیت سے ان علما کا استدلال صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن خوانی کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ یہ مردہ کا عمل ہے نہ اس کی محنت۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ کسی نص یا اشارۃ النص سے اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ عمل منقول نہیں۔ اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اسے ضرور اختیار کرتے۔ اور عبادات و قربات کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے، اس میں رائے اور قیاس نہیں چل سکتا۔ البتہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے، اس پر تمام علما کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ شارع کی طرف سے منصوص ہے۔ اور وہ جو حدیث ہے کہ مرنے کے بعد تین چیزوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، تو وہ بھی دراصل انسان کے اپنے عمل ہیں جو کسی نہ کسی انداز سے اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ اولاد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انسان کی اپنی کمائی قرار دیا ہے۔ (سنن النسائی، کتاب البیوع، باب الحث علی الکسب) صدقۂ جاریہ، وقف کی طرح انسان کے اپنے آثار عمل ہیں۔ ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ﴾ (یٰسٓ: ۱۲) اسی طرح وہ علم، جس کی اس نے لوگوں میں نشر و اشاعت کی اور لوگوں نے اس کی اقتدا کی، تو یہ اس کی سعی اور اس کا عمل ہے اور بمصداق حدیث نبوی «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلِ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، من غَيْرِ أَنْ يَنْقصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً» (سنن أبی داود کتاب السنة، باب لزوم السنة) اقتدا کرنے والوں کا اجر بھی اسے پہنچتا رہے گا۔ اس لیے یہ حدیث، آیت کے منافی نہیں ہے۔ (ابن کثیر)

(۱) یعنی دنیا میں اس نے اچھا یا برا جو بھی کیا، چھپ کر کیا یا علانیہ کیا، قیامت والے دن سامنے آجائے گا اور اس پر اسے پوری جزا دی جائے گی۔

(۲) یعنی کسی کو اتنی تونگری دیتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور اس کی تمام حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور کسی کو اتنا

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾
اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔[1] (۴۹)

وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادًا ِالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾
اور یہ کہ اسی نے عاد اول کو ہلاک کیا ہے۔[2] (۵۰)

وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾
اور ثمود کو بھی (جن میں سے) ایک کو بھی باقی نہ رکھا۔(۵۱)

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾
اور اس سے پہلے قوم نوح کو، یقیناً وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔(۵۲)

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾
اور مؤتفکہ (شہر یا الٹی ہوئی بستیوں کو) اسی نے الٹ دیا۔[3] (۵۳)

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾
پھر اس پر چھادیا جو چھایا۔[4] (۵۴)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾
پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت کے بارے میں جھگڑے گا؟[5] (۵۵)

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾
یہ (نبی) ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے۔(۵۶)

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾
آنے والی گھڑی قریب آگئی ہے۔(۵۷)

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾
اللہ کے سوا اس کا (وقت معین پر کھول) دکھانے والا اور کوئی نہیں۔(۵۸)

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾
پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟[6] (۵۹)

سرمایہ دے دیتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زائد بچ رہتا ہے اور وہ اس کو جمع کر کے رکھتا ہے۔

(۱) رب تو وہ ہر چیز کا ہے، یہاں اس ستارے کا نام اس لیے لیا ہے کہ بعض عرب قبائل اس کو پوجا کرتے تھے۔

(۲) قوم عاد کو اولیٰ اس لیے کہا کہ یہ ثمود سے پہلے ہوئی، یا اس لیے کہ قوم نوح کے بعد سب سے پہلے یہ قوم ہلاک کی گئی۔ بعض کہتے ہیں، عاد نامی دو قومیں گزری ہیں، یہ پہلی ہے جسے باد تند سے ہلاک کیا گیا جب کہ دوسری زمانے کی گردشوں کے ساتھ مختلف ناموں سے چلتی اور بکھرتی ہوئی موجود رہی۔

(۳) اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں، جن کو ان پر الٹ دیا گیا۔

(۴) یعنی اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

(۵) یا شک کرے گا اور ان کو جھٹلائے گا، جب کہ وہ اتنی عام اور واضح ہیں کہ ان کا انکار ممکن ہے نہ ان کا اخفاہی۔

(۶) بات سے مراد قرآن کریم ہے، یعنی اس سے تم تعجب کرتے اور اس کا استہزا کرتے ہو، حالانکہ اس میں نہ تعجب والی

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾
فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾ السجدة ۱۲

اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟(۶۰)
(بلکہ) تم کھیل رہے ہو۔(۶۱)
اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔[1] (۶۲)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

سورۂ قمر مکی ہے اور اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾

قیامت قریب آگئی[2] اور چاند پھٹ گیا۔[3] (۱)

کوئی بات ہے نہ استہزا و تکذیب والی۔

(۱) یہ مشرکین اور مکذبین کی توبیخ کے لیے حکم دیا۔ یعنی جب ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ قرآن کو ماننے کے بجائے، اس کا استہزا و استخفاف کرتے ہیں اور ہمارے پیغمبر کے وعظ و نصیحت کا کوئی اثر ان پر نہیں ہو رہا ہے، تو اے مسلمانو! تم اللہ کی بارگاہ میں جھک کر اور اس کی عبادت و اطاعت کا مظاہرہ کر کے قرآن کی تعظیم و توقیر کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے سجدہ کیا، حتیٰ کہ اس وقت مجلس میں موجود کفار نے بھی سجدہ کیا۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔

☆ یہ بھی ان سورتوں میں سے ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید میں پڑھا کرتے تھے۔ کَمَا مَرَّ.

(۲) ایک تو بہ اعتبار اس زمانے کے جو گزر گیا، کیونکہ جو باقی ہے، وہ تھوڑا ہے۔ دوسرے، ہر آنے والی چیز قریب ہی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بابت فرمایا کہ میرا وجود قیامت سے متصل ہے، یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(۳) یہ وہ معجزہ ہے جو اہل مکہ کے مطالبے پر دکھایا گیا، چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا۔ یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہو گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب انشقاق القمر وتفسیر سورۃ اقتربت الساعۃ۔ و صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ، باب انشقاق القمر) جمہور سلف و خلف کا یہی مسلک ہے (فتح القدیر) امام ابن کثیر لکھتے ہیں "علما کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے کہ انشقاق قمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح معجزات میں سے ہے، صحیح سند سے ثابت احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں"۔

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢	یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔[۱] (۲)
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣	انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔[۲] (۳)
وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤	یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں[۳] جن میں ڈانٹ ڈپٹ (کی نصیحت) ہے۔[۴] (۴)
حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥	اور کامل عقل کی بات ہے[۵] لیکن ان ڈراونی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا۔[۶] (۵)
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦	پس (اے نبی) تم ان سے اعراض کرو جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔[۷] (۶)
خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧	یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں

(۱) یعنی قریش نے، ایمان لانے کے بجائے، اسے جادو قرار دے کر اپنے اعراض کی روش برقرار رکھی۔

(۲) یہ کفار مکہ کی تکذیب اور اتباع اہوا کی تردید و بطلان کے لیے فرمایا کہ ہر کام کی ایک غایت اور انتہا ہے، وہ کام اچھا ہو یا برا۔ یعنی بالآخر اس کا نتیجہ نکلے گا، اچھے کام کا نتیجہ اچھا اور برے کام کا برا۔ اس نتیجے کا ظہور دنیا میں بھی ہو سکتا ہے اگر اللہ کی مشیت مقتضی ہو، ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے۔

(۳) یعنی گزشتہ امتوں کی ہلاکت کی، جب انہوں نے تکذیب کی۔

(۴) یعنی ان میں عبرت و نصیحت کے پہلو ہیں، کوئی ان سے سبق حاصل کر کے شرک و معصیت سے بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے۔ مُزْدَجَرٌ اصل میں مُزْتَجَرٌ ہے زَجْرٌ سے مصدر میمی۔

(۵) یعنی ایسی بات جو تباہی سے پھیر دینے والی ہے یا یہ قرآن حکمت بالغہ ہے جس میں کوئی نقص یا خلل نہیں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اور اس کو گمراہ کرے، اس میں بڑی حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے۔

(۶) یعنی جس کے لیے اللہ نے شقاوت لکھ دی ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے، اس کو پیغمبروں کا ڈراوا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ اس کے لیے تو ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ ﴾ والی بات ہے۔ تقریباً اسی مفہوم کی یہ آیت ہے۔

﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ (الأنعام، ۱۴۹)

(۷) يَوْمَ سے پہلے اُذْكُرْ محذوف ہے، یعنی اس دن کو یاد کرو۔ نُكُرٌ، نہایت ہولناک اور دہشت ناک مراد میدان محشر اور موقف حساب کے اہوال اور آزمائشیں ہیں۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝۹

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳

تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝۱۴

گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے۔[1] (۷)

پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے[2] اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔(۸)

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا۔[3] (۹)

پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر۔(۱۰)

پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا۔[4] (۱۱)

اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لئے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے۔[5] (۱۲)

اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا۔[6] (۱۳)

جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔ بدلہ اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا۔(۱۴)

---

(۱) یعنی قبروں سے نکل کر وہ اس طرح پھیلیں گے اور موقف حساب کی طرف اس طرح نہایت تیزی سے جائیں گے، گویا ٹڈی دل ہے جو آناً فاناً فضائے بسیط میں پھیل جاتا ہے۔

(۲) مُهْطِعِيْنَ، مُسْرِعِيْنَ، دوڑیں گے، پیچھے نہیں رہیں گے۔

(۳) وَازْدُجِرَ وَازْتُجِرَ ہے، یعنی قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی تکذیب ہی نہیں کی، بلکہ انہیں جھڑکا اور ڈرایا دھمکایا بھی۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴾ ۔(الشعراء ۱۱۶) "اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دیا جائے گا"۔

(۴) مُنْهَمِرٌ، بمعنی کثیر یا زوردار هَمْرٌ، صَبٌّ (بہنے) کے معنی میں آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک مسلسل خوب زور سے پانی برستا رہا۔

(۵) یعنی آسمان اور زمین کے پانی نے مل کر وہ کام پورا کر دیا جو قضاو قدر میں لکھ دیا گیا تھا یعنی طوفان بن کر سب کو غرق کر دیا۔

(۶) دُسُرٌ، دِسَارٌ کی جمع، وہ رسیاں، جن سے کشتی کے تختے باندھے گئے، یا وہ کیلیں اور میخیں جن سے کشتی کو جوڑا گیا۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾
اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا کر (١) باقی رکھا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ (٢) (١٥)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾
بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی رہیں؟ (١٦)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾
اور بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے (٣) پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ (١٧)

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾
قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں۔ (١٨)

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾
ہم نے ان پر تیز و تند مسلسل چلنے والی ہوا، ایک پیہم منحوس دن میں بھیج دی۔ (٤) (١٩)

---

(١) تَرَكْنَاهَا میں ضمیر کا مرجع سَفِيْنَةَ ہے۔ یا فِعْلَةَ۔ یعنی تَرَكْنَا هٰذِهِ الْفِعْلَةَ الَّتِيْ فَعَلْنَاهَا بِهِمْ عِبْرَةً وَّمَوْعِظَةً (فتح القدير)

(٢) مُدَّكِرٍ، اصل میں مُذْتَكِرٍ ہے۔ تا کو دال سے بدل دیا گیا اور ذال معجمہ کو دال بنا کر، دال کا دال میں ادغام کر دیا گیا۔ معنی ہیں عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا۔ (فتح القدیر)

(٣) یعنی اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود، کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر بھی اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے، اسی طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے، جو لفظ بہ لفظ یاد کرلی جاتی ہے ورنہ چھوٹی سی چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کرلینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل ہے۔ اور انسان اگر اپنے قلب و ذہن کے دریچے وا رکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے، نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کی سعادت کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں اور یہ اس کے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔

(٤) کہتے ہیں یہ بدھ کی شام تھی، جب اس تند، یخ اور شاں شاں کرتی ہوئی ہوا کا آغاز ہوا، پھر مسلسل ٧ راتیں اور ٨ دن چلتی رہی۔ یہ ہوا گھروں اور قلعوں میں بند انسانوں کو بھی وہاں سے اٹھاتی اور اس طرح زور سے انہیں زمین پر پٹختی کہ ان کے سر ان کے دھڑوں سے الگ ہو جاتے۔ یہ دن ان کے لیے عذاب کے اعتبار سے منحوس ثابت ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدھ کے دن میں یا کسی اور دن میں نحوست ہے، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ مُسْتَمِرٌّ کا مطلب، یہ عذاب اس وقت تک جاری رہا جب تک سب ہلاک نہیں ہو گئے۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾

جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹختی تھی' گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔[1] (۲۰)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾

پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟(۲۱)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾

یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے' پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟(۲۲)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔(۲۳)

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾

اور کہنے لگے کیا ہمیں میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ تب تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔[2] (۲۴)

أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾

کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اسی پر وحی اتاری گئی؟ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خور ہے۔[3] (۲۵)

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾

اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور شیخی خور تھا؟[4] (۲۶)

إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾

بیشک ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجیں گے۔[5]

---

(۱) یہ درازی قد کے ساتھ ان کی بے بسی اور لاچارگی کا بھی اظہار ہے کہ عذاب الٰہی کے سامنے وہ کچھ نہ کر سکے دراں حالیکہ انہیں اپنی قوت و طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ أَعْجَازُ، عَجُزٌ کی جمع ہے' جو کسی چیز کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔ مُنْقَعِرٌ' اپنی جڑ سے اکھڑ جانے اور کٹ جانے والا۔ یعنی کھجور کے ان تنوں کی طرح' جو اپنی جڑ سے اکھڑ اور کٹ چکے ہوں' ان کے لاشے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

(۲) یعنی ایک بشر کو رسول مان لینا' ان کے نزدیک گمراہی اور دیوانگی تھی۔ سُعُرٌ، سَعِيرٌ کی جمع ہے' آگ کی لپٹ۔ یہاں اس کو دیوانگی یا شدت و عذاب کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) أَشِرٌ، بمعنی مُتَكَبِّرٌ' یا کذب میں حد سے تجاوز کرنے والا' یعنی اس نے جھوٹ بھی بولا ہے تو بہت بڑا۔ کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ بھلا ہم میں سے صرف اسی ایک پر وحی آنی تھی؟ یا اس ذریعے سے ہم پر اپنی بڑائی جتانا اس کا مقصود ہے۔

(۴) یہ خود' پیغمبر پر الزام تراشی کرنے والے۔ یا حضرت صالح علیہ السلام؟ جن کو اللہ نے وحی و رسالت سے نوازا۔ غَدًا یعنی کل سے مراد قیامت کا دن ہے یا دنیا میں ان کے لیے عذاب کا مقررہ دن۔

(۵) کہ یہ ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ یہ وہی اونٹنی ہے جو اللہ نے خود ان کے کہنے پر پتھر کی ایک چٹان سے ظاہر فرمائی تھی۔